سوال

(46)جمعہ کی دو اذان پر تعاقب اوراس کا جواب

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جمعہ کے دن دواذانیں کہنی جائز ہیں یا نہیں ؟ بعض کا خیال ہے کہ دواذانیں کہنے سے جمعہ باطل ہوجاتا ہے ۔ ۔ ؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حدیث میں صحابہ کی بابت آیا ہے ۔

«ماراہ المسلون حسنا فہو عند اللہ حسن وماراہ المسلون قبیحا فہو عند اللہ قبیح»

یعنی جس شے کو مسلمان حسن دیکھیں وہ حسن ہے اورجس کو برا سمجھیں وہ بری ہے ۔

یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ ہمارے رسالہ ردّبدعات صفحہ نمبر 47 میں درج ہے ۔ اس سے معلوم ہواکہ یہ صحابہ نے جس کام کو اچھا سمجھا وہ اورخدا کے نزدیک بھی اچھا ہے ۔ اورپہلی اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کی ہوئی ہے اوران کی حیات میں اوربعد میں اس پر عملدرآمد رہا۔ اورفتح الباری جلد 4 ص 493 میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اذان سب شہروں میں جاری رہی ہوگی ۔ صرف فاکہانی نے اتنا ذکر کیا ہے کہ مکہ میں حجاجن نے جاری کیا ہے ۔ اور بصرہ میں زیادنے ۔ پھر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ ادنی اہل مغرب اس وقت ایک ہی اذان دیتے ہیں ۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صاحب فتح الباری نے بدعت ہونا نقل کیا ہے ۔ پھر کہا ہے ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں دواحتمال ہیں ۔ ایک یہ کہ بدعت کہنے سے ان کا مقصود انکار ہو۔ یعنی یہ اذان درست نہیں ۔

دوسرا یہ کہ انکار مقصود نہ ہوبلکہ یہ مقصود ہوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ تھی جیسے مروجہ طریق تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کہا ہے حالانکہ شرعاً وہ سنت ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ «ماراہ المسلمون حسنا» حدیث کے ماتحت عثمانی اذان سنت ہے کیونکہ اس وقت قریباً سب شہروں میں جاری ہوگئی ہے ۔ الاماشاء اللہ۔ اگرچہ ابتداء اس کی لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تھی مگر سب شہروں میں اس کا پھیلنا دلالت کرتا ہے کہ آخر لوگوں کی کمی پیشی ضروری نہیں سمجھی گئی ۔ پس ثابت ہواکہ اب بھی یہ اذان درست ہے ۔ خواہ کم ہوں

یا زیادہ۔ ہاں ضروری نہیں۔ اگر کوئی نہ دینی چاہے نہ دے۔ مگر دینے والے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ بلند جگہ بازار میں دینی چاہیے۔ کیونکہ حضرت عثمان نے ایسی جگہ بھی دی تھی تو یہ ٹھیک نہیں۔ اذان مقصود اعلام ہے یعنی لوگوں کو بذریعہ توحید اعلان ہے۔ اس میں بازار یا کسی جگہ کی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں۔ مدینہ شریف میں بازار مسجد کے ساتھ تھا۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے موزوں جگہ پر دلوادی۔ اس طرح ہر شہر کی جامع مسجد میں موزوں جگہ دیکھ لینی چاہیے۔

مولانا محمد جونا گڑھی نے اس اذان کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانے میں تو اس دوسری اذان کا وجود ہی نہ تھا۔ ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرانے کے لیے زوراءمیں بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں۔ پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں جمعہ کے لیے ہوتی ہیں۔ صریح بدعت ہے۔ کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ اعلم ((مدرسہ محمدیہ دہلی))

تعاقب

میں بدعت نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اذان سے مقصد اعلان ہے۔ خصوصیت موضع کا ذکر خدا جانے شرع میں معتبر ہے یا نہیں۔ خاص کر حج جو مواضع سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں اپنے وطن کو واپسی کے وقت محصب وغیرہ کے نزول میں صحابہ کا اختلاف ہے تو اذان وغیرہ جس کو موضع سے تعلق نہیں کس طرح فیصلہ ہوسکتا ہے کہ اندر ہے یا باہر۔ بسا اوقات مخصوص اوقات کی رو سے ایک جگہ میں ایک جگہ موزوں ہوتی ہے۔ دوسری جگہ میں دوسری۔ اس لیے بدعت کی جرأت ذرا مشکل ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں بہت لوگ ہوگئے تھے۔ اس لیے دوسری اذان دلوائی تھی۔ اب لوگ تھوڑے ہوں تو بھی دلواتے ہیں۔ پس یہ بدعت ہوئی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عام شہروں میں جاری ہوگئی اور اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس کی ابتداء اگرچہ بہتات کے وقت ہوئی ہے مگر پھر یہ شرط نہیں رہی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ساتویں سال سنہ ہجری کے عمرۃ القضاء کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جیسے بیت اللہ کا طواف کرنے کے وقت پہلے تین پھیرے زوردار طاقت کے ساتھ چلیں۔ اور باقی چار پھیرے درمیانی چال چلیں۔ اور یہ حکم اس لیے دیا کہ کافروں کو اپنی قوت دکھائیں کیونکہ کافروں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مدینہ کے بخار نے ان لوگوں کو کمزور کردیا ہے۔ اب یہ وجہ نہیں رہی۔ لیکن حکم باقی ہے۔ ٹھیک اسی طرح اذان کی ابتداء بھی بے شک بہتات کی وجہ سے ہوئی لیکن پھر بھی بہتات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ پس اس قلت و کثرت دونوں صورتوں میں درست ہے۔ اگر ناجائز ہوتی تو دوسرے شہروں میں عام طور پر جاری ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکار کرتے۔ مگر انہوں نے انکار نہیں کیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت حدیث ''ماراہ المسلمون حسنا''میں ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا سمجھیں وہ برا ہے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسری اذان پر انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔ اور بعض جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بدعت ہونا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد انکار نہیں بلکہ یہ ایسا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کو بدعت کہا ہے۔

وباللہ التوفیق

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الصلوۃ، اذان کا بیان، ج2ص105